رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

133

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

الحکم

سنہ ۱۳۱۸

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

نمبر ۳۰ — دارالامان قادیان ۲۴ اگست سنہ ۱۹۰۶ء — جلد ۱۰

بقیہ مضمون سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

زمانہ موجودہ میں فساد اور اسکا مرکز اعتدال پر قائم نہ رہنا

اس زمانہ کا فتنہ و فساد میں مبتلا ہونا کچھ انوکھی بات نہیں۔ کیا تغیرات عالم کا اصول اس پر عائد نہیں ہوتا۔ کیا اس زمانہ کے انسانوں کا اسی میزان عمل پر قیام ہے جو ان کی فلاح اور بہبودی کی اصل اور بنیاد ہے۔ کیا اُن نیرنگیوں نے طبایع پر اثر نہیں کیا۔ اور کیا یہاں ابھی تک وہ مواد جمع نہیں ہوئے کہ جنہوں نے مزاجوں میں اختلال پیدا کر کے ان کو اصلاح کا محتاج نہ کر دیا ہو۔ اور اسکا یہ ہو سکتا ہے کہ دیکھتے سنتے اور سمجھتے ہوئے پھر بہبودی کی ضرورت کو محسوس نہ کیا جاوے۔ وہ پاک مقصد جس کے لئے **ایک لاکھ چوبیس ہزار** پیغمبر مبعوث ہوئے اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کی پاک مرضی بجا لانے کی خاطر کیا کیا محنتیں گوارا کیں اور کیسی جانفشانی سے وہ اُس مالک حقیقی کے نام کی منادی کرنے کرانے میں مصروف رہے کیا اس مقصد پاک کی اس زمانہ میں وہی قدر اور عزت طبایع میں جاگزیں ہے جو ان ابنیاء سابقین کا منشا تھا اگر طبیعتوں میں فساد نہیں ہے تو کیا قرآنی سطوت اور آسمانی بادشاہت کا دلوں پر رعب نہیں ہے اعمال و کردار کیا نمونہ دکھلاتے ہیں جن کی نگاہیں اس زمانہ کے تغیرات پر پڑی ہیں اس نے اسی الٰہی قانون کی پابندی سے زمانہ موجودہ کے مفاسد کو جانچا ہے اور ہر ایک پہلو سے اندرونی اور بیرونی فسادکو کا مشاہدہ کیا ہے اور وہی ہے جو اس وقت زمانہ کی محتاجی کو قابل اصلاح سمجھتا ہے۔ ابنیاء کا وہ پاک مقصد جس کے واسطے اس پاک جماعت کو خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا انسان کو اس مرکز اعتدال پر قائم رکھنا تھا

اور لفظ **مبارک** ہزار زبان سے بولتا ہے کہ باقی تمام انسانوں سے اس تربیت الٰہی کے سبب سے اس انسان کامل کو امتیاز خاص حاصل ہے۔ یہی بات یہ ہے کہ ماموریں ومرسلین ایسے قویٰ لے کر آتے ہیں جنھیں پر علم اور پر قدرت اور پر حکمت ہاتھ نے پیش بنیاد ارادوں کے پورا کرنے کے لئے شروع ہی میں خصوصیت اور امتیاز کی ترکیب دی ہوتی ہے بجز **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ** کے اشتراک اور بیرونی مشابہت کے اور اُن کی بات عام مخلوق سے ملتی نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں یا یوں کہو کہ ایسی کوئی قوت اُن میں رکھی ہی نہیں جاتی جس سے ایسی حرکات لامحالہ سرزد ہوں جو قوم کی تباہی کی موجب ہوں۔ اور عملاً بھی اس کے ثبوت وقوع میں آچکے ہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کی حکیم کتاب میں جس نے اخلاقی کے علوم کو زندہ کرنے کا ذمہ اٹھایا ہے یہ بات جو بظاہر بڑے تحکم کی بات ہے کبھی درج نہ ہوتی اور یہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مخلوق کو لاانتہا سرگردانیوں اور سردردیوں سے مخلصی دلادی اور انھیں ایک انسان کے ماتحت کردیا۔

اس بڑے بھاری مرحلہ کے طے کرنے کے بعد اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ میری اصل غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت کو حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک پر بھی ویسا ہی ایمان رکھنا چاہئیے جیسے کہ قرآن کریم کی اس آیہ شریفہ کا مفہوم ہے جو میں بیان کرچکا ہوں۔ اگر اس ایمان میں کچھ بھی کسر رہ جائے گی اور دل کے کسی کونے میں کوئی تردد اور وسوسہ رہ جائے گا تو یاد رکھو کہ وہ تباہی نفاق کے برص کا داغ ہوگا جو یا تو

دنیا میں پھیل کر سارے قلب کے اندام پر محیط ہوجاوے گا یا اس کا بدنتیجہ آخرۃ کی نابینائی ہوگی۔ اگر اس امر کے لئے کوئی اور ثبوت نہ بھی ہو جب بھی مامور ومرسل ہونا اس کے لئے کافی دلیل ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ الہام ہوئی۔ جس سے خدا کا منشا ہے جو ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلوب ہے وہی یہاں بھی مطلوب ہے۔ میں اپنی فراست سے دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس الہام میں بہت سی حکمتیں ودیعت کی ہیں اور خاص غرض سے یہ اپنا کلام اپنے بندہ کے منہ میں ڈالا۔ من جملہ اُن کے ایک یہ بھی میری سمجھ میں آتی ہے کہ اس کے علم میں تھا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کے قلوب میں ایسے عظیم الشان انسان کی نسبت دغدغہ اور وسوسے پڑیں گے اور اُن کے نزدیک ایسا ایمان اپنے اجتہاد اور علم اور عقل کی قربانی کرنی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہو کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام کا کام بہت بڑا اور نازک ہوگا۔ مسیح موعود کو ایسی قوموں سے واسطہ پڑے گا جو اپنے زعموں میں علوم وفنون کی اعلیٰ معراج پر پہونچی ہوں گی۔ بات بھی یوں ہی ہے غیر قوموں کو چھوڑ و اندرونی قوموں کے حال پر غور کرو جن کی اصلاح کے لئے حضرت مہدی موعود تشریف لائے ہیں اور جن سے چاہا گیا ہے کہ وہ ایسا ایمان آپ پر لائیں۔ ان میں ہزاروں بڑے بڑے صوفی اور درویش جن کے پاس اُن کے ماننے ہوے بزرگوں کے انبار در انبار تالیفات اور ملفوظات۔ بڑے بڑے بھاری علما اور مولوی

اور مجتہد جو رات دن احادیث اور تفاسیر اور علوم آلیہ کی درس و تدریس میں معروف رہتے ہیں۔ جن کے دماغ میں ان خشک فقروں کے رات دن پڑھنے سے یہ کیڑا پیدا ہوجاتا ہے اور ضروری ہے کہ پیدا ہو کہ وہ خود مکتب خداوندی کے یگانہ شاگرد اور مجتہد مطلق ہیں۔ وہ بات بات کے لئے اپنے زعم میں اُن الفاظ کی ایک میزان ہاتھ میں رکھتے ہیں وہ کسی کی بات مان سکتے ہی نہیں جب تک اس موضوع میزان میں اُسے تول نہ لیں۔ حقیقت میں خوب غور کرو ہمارے امام مسیح موعود کو کن لوگوں سے پالا پڑا ہے اور کتنا بڑا نازک کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر (واللہ اعلم بمرادہٖ وعلمہ اتم واحکم) خدائے علیم حکیم نے یہ الہام اپنے بندہ پر نازل کیا کہ جب تک لوگ اپنے علم خشک کے انباروں کو رکھ کر کے اور اپنے استنباطوں اور اجتہادوں اور دانشوں اور فہموں کو خیرباد کہہ کر اُن سادہ اور پاک صحابیوں کی طرح آپ کے پیچھے نہ ہولیں گے جب تک مومن نہ ہوں گے اور کبھی اُن برکتوں کے وارث نہ ہوں گے جو ایسا ایمان رکھنے والے اصحاب کو ملیں۔ غور کرو

وَاٰخَرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِہِمْ

کا مصداق جب مسیح کی جماعت کو ٹھہرایا گیا تو صحابہ کا سا ایمان اُن سے کیوں مطلوب نہ ہوگا۔ ضروری ہے کہ کہ ہمارا ایمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال وافعال واحوال کی نسبت ویسا ہی ہو جیسا ہم پر فرض ڈالا گیا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھیں۔ اسلئے کہ وہ برکات جو صحابہ کو ملیں وہی

ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کیا ہم میں اس وقت تنازع نہیں۔ کیا عرب جاہلیت کی ساری بد اخلاقیاں اور بے اندامیاں ہم میں نہیں۔ کیا وہی باہمی جنگیں اور فساد اور کینے ہم میں نہیں۔ کیا اسوقت بات بات پر ادنی ادنی اختلاف پر اسی طرح ہم زبان کی تلوار نہیں نکالتے۔ غرض اب کونسی بات باقی رہ گئی ہے جو ان لوگوں میں تھی اور ہم میں نہیں۔ بدقسمتی سے جو لوگ ہم میں حدیث اور تفسیریں پڑھ چکے ہیں اور وہ جو اردو ترجموں کے ذریعے کتابوں پر واقف ہو چکے ہیں اور کوربختی سے وہ جو دہلی کے اس خشک الفاظ یاد کرا دینے والی مکتب کو چھو کر آتے ہیں وہ اپنی رائے میں۔ فہم میں۔ اجتہاد میں۔ استنباط میں۔ عملاً مستقل شارع اور رسول بن بیٹھے ہیں۔ انہیں سرخ موت کی برابر ہے کہ کسی کی بات پر سر خم کریں۔ غرض اسوقت بھی اسی قسم کے ایمان کے دواعی موجود ہیں بلکہ بدرجہا زیادہ ہیں جو عرب میں موجود تھے۔ اگر اس ایمان میں ضعف اور کمی رہ گئی تو وہ برکات کبھی ملنے کے ہی نہیں۔ مگر میں بصیرت سے ایمان رکھتا ہوں کہ خدا تعالی اپنے مسیح کے لئے ہی ایسی جماعت تیار کرے گا جنکا ایمان صحابہ کے ایمان کے ہم پلہ ہوگا اس لئے کہ ضرور ہے کہ وہ برکتیں پھر نازل ہوں جو پہلے نازل ہوئیں اور اس لئے کہ رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ) پھر دنیا میں اپنی پہلی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہو۔

میں نے دلی رنج اور افسوس کے ساتھ بعض خط پڑھے ہیں جن سے ایک قابل افسوس تنازع کی خبر ملی جو بعض ناواقف اور جلد باز اور ناتجربہ کار لوگوں کی طرف سے برپا ہوا۔ بعض غلط کاروں نے ناواجب جوش کی تاب مقاومت نہ لا کر منہ سے کہدیا کہ ہم پابند نہیں کہ امام کی ساری باتوں کو مانیں۔ ہم خود دیکھ لیں گے اگر امام کی بات قرآن و حدیث کے موافق ہوگی تو مان لیں گے ورنہ اس کی طرف التفات نہ کریں گے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ مرض بعض ان لوگوں میں ہے جو بدقسمتی سے چار حرف پڑھ گئے ہیں اور وہ خدا تعالے کے مصفا آئینہ کے حضور میں اتنی دیر بیٹھنے کی توفیق نہیں پا سکے کہ ان کے علوم و فہم کی بدصورتی ان پر کھل جاتی۔ افسوس یہ سوء ادب ایسا ہے کہ اس کے سننے سے عرش الہی کانپ اٹھتا ہے۔ کاش وہ حقیقت بعیت میں غور کرتے اور پھر سوچتے کہ انھوں نے باوجود بیع کے پھر اپنا بیچا کیا ہے۔ یہ استکبار و انانیت جو ایک ہی بربادی بخش متاع ہے جسکا بیچ ڈالنا اور گھر کے صندوق سے جلدی نکال ڈالنا ازبس ضروری تھا۔ یہ تو انھوں نے سنبھال اور اطلس کے غلافوں میں لپیٹ کر اپنے اپنے صندوقوں میں رکھ لی۔ پھر میں پوچھتا ہوں انھوں نے بعیت کیا کی۔ وہ تو آخر کار اپنے اوپر ایمان لانے والے یا یوں کہو کہ اپنے ہی اجتہاد اور حدیث دانی اور قرآن دانی پر ایمان لانے والے نکلے۔ وہ حضرت حکم اللہ پر ایمان کیا لائے وہ تو اس حکم کے بھی حکم بن بیٹھے کیونکہ جب امام حکم کی طرف سے کوئی مسئلہ قرآن و حدیث سے استنباط ہوکر شائع ہوگا اس کے بعد ان کی ڈیوٹی ہوگی کہ وہ اپنے علوم اور اجتہاد کی فوجوں کو جو شاید کہیں کہیں چلی گئی ہوں جمع کریں اور خوب غور کریں کہ امام صاحب کا یہ استنباط صحیح ہے یا خطا ہی ہے۔ پھر اگر ان کی استنباط و اجتہاد کی میزان میں پورا اترا تو مقبول ورنہ مردود۔ اللہ اکبر سوچو اور خدا کے لئے غور کرو یہ کتنا بڑا بول ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ حضرت کا موعود حکم اسی لئے تو آیا اور ایسے وقت میں آیا کہ تمہارے مغز خدا کی باتوں کی سمجھنے کے لائق نہ رہے تھے۔ اور تمہیں ہر نیک بات کے سمجھنے میں ٹھوکریں لگنی شروع ہو گئی تھیں۔ ورنہ لفظ حکم کی اور حقیقت کیا ہے۔ جب اس کے آنے پر بھی وہی سردردی ہمیں رہی کہ ہمارے اجتہاد اور استنباط کی مشینیں بھی ویسی ہی دن رات چلتی رہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اسلئے کہ حضرت امام کے منہ سے آئے دن ایک نئی بات اور انوکھی بات نکلتی ہے جو بظاہر قرآن و حدیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے اور درحقیقت ایک نازک اور دقیق استنباط ہوتا ہے اور ہمیں یہ مصیبت پڑ گئی کہ ہم اپنی اپنی جگہ اسکو پرکھتے رہیں کہ آیا امام کا یہ استنباط صحیح ہے یا نادرست اور تحریف اور تاویل ہی تو بتاؤ کہ ہم تو اس امام حکم کے آنے پر وبال اور نکال میں پڑ گئے۔ ہمارا کام تو اتنا بڑھ گیا کہ خدا کی پناہ۔ یہ ہمارے لئے رحمت اور فضل کیا آیا ہم پر تو زحمت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ یہی باتیں تو وہ لوگ کہتے ہیں جو اس نور سے مستفید نہ ہوسکے وہ بھی تو یہی کہتے اور اپنے تئیں اس کہنے میں حق پر سمجھتے ہیں کہ ہم اس شخص (مسیح موعود) کی باتوں کو کیونکر قبول کریں جب تک قرآن و حدیث کے موافق نہ پائیں۔ اور درحقیقت یہ وہی شبہ ہے جو یہودیوں اور نصرانیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا۔

وہ بھی یہی کہتے تھے کہ توریت اور انجیل کے نصوص کے برخلاف اس شخص کا وجود اور اعمال ہیں پھر ہم اسے کیونکر قبول کریں۔

مامور اور مرسل کی حقیقت پر ان لوگوں کو کبھی غور کرنی نصیب نہیں ہوئی۔ نادانو اگر تمہارے عقول اور فہم اور تجربوں پر مامور و مرسل کے انتخاب کی بنا ہو تو وہ خدا کا مرسل اور موعود کیوں ہو۔ تم تو نصوص الہیہ کے فہم کے لحاظ سے غلطیوں میں پڑ چکے اور ناپاک اور مزخرف اعتقادوں پر جمے ہوتے ہو جب وہ مامور موعود آتا ہے اور تمہاری اُن ہی غلطیوں اور نصوص الٰہیہ میں بیجا دست اندازیوں کا تو وہ حکم بنکر آتا ہے پھر تمہاری بات کیونکر اسوقت چلے وہ خدائے حکیم علیم کا سکھایا ہوا۔ اس کے قوی ازلاً ان کاموں کے سزاوار جن کے پورا کرنے کو وہ آتا ہے۔ وہ منور۔ وہ آسمانی نشانوں سے اپنے دعووں پر تائید یافتہ۔ وہ تبلیغ اور استنباط میں ملائکہ الٰہی کے حفظ کے قلعہ میں جاگزین۔ تم گرے ہوے۔ پست ہمت۔

اور شہوات کے تاریک کنوئیں میں سرنگوں بیٹھے ہوے۔ تنکے کی طرح جھونکوں کے ساتھ ہر طرف کو جھک جانے والے تمہاری کیا بساط اور کیا زہرہ کہ تم اس کے حکم بنو اور اس کا کلام اور کام جب تک تمہارے علم اور فہم کے موافق نہ ہو درست ہی نہ ہو۔ اس سے زیادہ میں اس وقت نہیں کہتا اگر خدا نے چاہا تو کسی وقت اسپر مفصل چٹھی لکھوں گا۔ آہ اسوقت مجھے کتنا درد ہے کہ لوگ ہنوز اس خدائی نعمت سے کم واقف ہو کر ہیں۔ آہ اس فضل خداوندی کا کتنا کفران کیا گیا ہے میرا دل درد میں اور میری روح جوش میں ہے کہ میں کہاں سے وہ الفاظ لاؤں جو لوگوں کو یقین دلا سکوں کہ یہ وہی نور ہے جو شروع میں کل نبیوں کی زبان سے اور آخر میں خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے وعدہ دیا گیا تھا۔ یہ یقیناً وہی ہے جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا۔ اے میری قوم چھوڑ مکذبوں اور منکروں اور خدا اور رسول انبیاء سے جاہل لوگوں کو۔ چھوڑ دے انھیں کہ انکا تکبر اور ان کی بدزبانی اور کفران نعمت اور ان کی کور باطنی اپنا رنگ لاوے تو اُٹھ اور اس کی قدر کر جو حق قدر کرنے کا ہے۔ تو اپنے پاک ایمان اور قوی عرفان کے ساتھ اسکی ذات پاک کی نسبت اپنے اقوال اور افعال سے وہی نمونے دکھا جو صحابہ نے دکھائے تو کہ تو اُن تمام نعمتوں کی وارث ہو جو انھیں ملیں۔

ناعاقبت اندیش جلد بازوں اور شکوک کے ورطوں میں غوطہ کھانے والوں سے تیرا کیا کام تجھے وہ ایمان مبارک ہو جو خدا کی حکیم کتاب کی اس آیت نے حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اور پھر خدا تعالیٰ کے الہام نے اس آیت کے واسطہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تقاضا فرمایا ہے میں اس وقت حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر میں غلو کر رہا ہوں اور میری زبان حق کے بیان کرنے میں کجی اور نا انصافی کی طرف جاری ہے تو میرے بیان کی اس وقت اصلاح کردیں اور سامعین خطبہ پر اسوقت کھول دیں کہ مینے غلط بیان کیا ہے مگر میں خدا تعالےٰ کے فضل سے بصیرۃ کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں حق بیان کر رہا ہوں۔ میری روح امام کے علوم کے مے سے سرشار ہو کر یہ پاک ندایاں بہار ہی ہے اور میں یقینا جانتا ہوں کہ میں اسوقت خود حضرت امام علیہ السلام کی زبان ہوں۔ اور آخر میں میں حضرت امام سے جسے مینے اپنے والدین سے بھی زیادہ رحیم کریم پایا ہے بمنت عرض کرتا ہوں کہ وہ نماز میں رکوع وسجود کے اندر میرے لئے اور میرے مخلص احباب کے لئے خصوصاً اور ہماری جماعت کے لے عموماً دعا کریں کہ موت تک ہماری زبان اور ہمارا دل اس ایمان پر متفق رہیں۔ اور ہماری زندگی۔ ہمارا مرنا اور ہمارا جی اُٹھنا آپ کے ساتھ ہو

آمین

تنبیہ

مینے اس خطبہ کو دوبارہ اپنی قلم سے لکھا ہے میری روح میں بڑا جوش پیدا ہوا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میری یہ دل کی باتیں قبول کا شرف پائیں گی۔ کل صبح کی اذان سے قبل میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے داہنے کان کے ساتھ بہت سی ٹیلیفون لگی ہوئی اور مختلف شہروں سے مختلف دوستوں کی طرف سے آوازیں آرہی ہیں وہ کہ جو کچھ آپ ہمارے مسیح موعود کی نسبت کہتے ہیں ہم اسکو خوب سمجھتے ہیں" مجھے خیال پڑتا ہے کہ کسی نے یہ بھی کہا کہ "ہم اسکا اعتراف کرتے ہیں" اس بشری سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرے دوست میری ان باتوں کی قدر کریں گے اور انسے انشاءاللہ مستفید ہوں گے۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر میں یہ بھی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعد نماز جمعہ کو حضرت اقدس ؑ سے کچھ عرض کرنیکے لئے اندر گیا بعد ادھر اُدھر کے ذکر کے مینے خطبہ کی نسبت آپ سے پوچھا فرمایا" یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپنے بیان کیا" اور فرمایا" یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہو گئے ہیں۔ اور بھی اسی قسم کی جملے فرمائے و ذلک فضل اللہ الخ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

افسوس

سخت افسوس کی بات ہو کہ ہندوستان میں آریوں اور عیسائیوں کیطرفسے کئی رسالے اور اخبار ہفتہ وار اور ماہوار چھپتے ہیں جنیں دین و دنیا کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اسقدر بدزبانیاں کی جاتی ہیں اور گالیاں دی جاتی ہیں کہ ایک عزت مند مسلمان کا بدن تھرا اُٹھتا ہے اور آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے ان رسالوں میں کچھ ایسا زہر بھرا ہوا ہے کہ کئی مسلمان انکو پڑھکر متشکک اور مرتد ہو گئے ہیں ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان موجود ہیں لیکن افسوس کہ ایک اخبار یا رسالہ بھی اُنکی طرف سے باقاعدہ نہیں چھپتا جو ان مخالفوں کے دندان شکن جواب دیکر اہل اسلام کو دوزخ کے گڑھے سے بچاوے اور انکا جو صدہا رو کتے ہیں کہ عیسائیوں کے مشن کا بہت سارو پیہ ایک بات سے وصول ہو جاتا ہے کہ ولایت کے عیسائیوں نے ایکوقت کی چاء میں میٹھا ڈالنا چھوڑ دیا ہے اور اسی ایکدفعہ کے میٹھا چھوڑ دینے سے ہزاروں روپیہ جمع ہوجاتا ہے جو وہ عیسائی مشن کے اور عیسائی رسالوں کے شائع کرنے میں صرف کرتے ہیں اسلام جو خدای مذہب ہے اُس کے لئے مسلمانوں کو اتنی بھی غیرت نہیں ہونے چاہیئے ضرور ہونی چاہیئے اور اسی غیرت نے ہمارا دامن پکڑا ہی کہ ہم یہ رسالہ **انوار الاسلام** ماہوار نکالنے پر مجبور ہوے جس میں نور افشاں وغیرہ عیسائی اخباروں آریہ گزٹ وغیرہ آریہ کے اخباروں اور مخالفین کی تمام اعتراضات کی مفصل جوابات لکہا کرتے ہیں ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس رسالہ کو منگاوی اور مطالعہ کرکی ۴۸ صفحہ ماہوار قیمت نہایت کم معہ محصولڈاک عہ سالانہ قیمت ہر حالت میں پیشگی آنی چاہیئے نمونہ کیلئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے واعظین اسلام سے رسالہ کی قیمت سالانہ صرف ۱۲ اور غیر مذاہب سے صرف ۱ اس غرض سے کہ غیر مذاہب کو روبرو خدا کی یہ عذر نہ رہے کہ ہم نے دنیا میں رسالہ انوار الاسلام نہیں دیکھا

المشتہر منشی کریم بخش مالک و مہتمم رسالہ انوار الاسلام

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزیمینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں و والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ضعف بصارت تاریکی چشم دھند جالا پڑوال غبار پھولا سبل سرخی ابتدائی موتیا بند ناخنہ پانی جانا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کی آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کو استعمال کرتے ہیں چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لے کر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے قیمت اس لئے کم رکھی گئی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ ۱۲ خرچ ڈاک ذمہ خریدار درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں نقلی و جعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے ضرور بچنا چاہیئے۔ المشتہر پردہنیر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

(۱) میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے آنکھوں سے پانی بہتہ جانا دھند سوزش ہر قسم جسکو عموماً آنکھ آنا کہتے ہیں جلن کمزوری نظر ناخنہ باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور اس سے پیپ کا گرنا چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شئے نہیں ہے اسلئے ہر کسی کے لئے استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیئے اس لئے میں بلا شک وشبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سرمہ ضروری ہے۔ راقم ڈاکٹر ڈی ایم بی ایم سانگی صاحب ایم۔ بی ایم ایس سند یافتہ یونیورسٹی۔

۲۔ میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں کہ جو سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے میں نے اس کا تجربہ اپنے ایک زیر علاج مسماۃ تم دیوی بعمر ۱۳ سال پر کیا ہے مریضہ مذکور کی آنکھوں کی پلکوں میں خورد خورد دانے نکلے ہوئے تھے اور پڑوال پڑتے تھے اس کی آنکھیں عرصہ سے سرخ اور دکھتی رہتی تھیں انمیں سے کثرت سے مواد نکلتا تھا اس کی بینائی میں فرق اسقدر آگیا تھا کہ سوئی میں دھاگا بھی نہیں پر و سکتی تھی اور وہ ان اشیاء کو جو اس کے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے نہیں دیکھ سکتی تھی مریضہ مذکورہ نے نیز روزانہ استعمال کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی امراض مذکورہ سے کلی صحت پائی۔

راقم خان بہادر محمد حسین خاں ایل۔ ایم ایس اسسٹنٹ سرجن ڈسٹرکٹ آنریری مجسٹریٹ لاہور سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۳۔ میں نے ممیرے کے سرمہ کا جو کہ سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے ان مریضوں پر جن کی آنکھیں بہت کمزور اور بیمار تھیں استعمال کر کے دیکھا مفید پایا میری رائے میں خاصکر ان مریضوں کے واسطے جنکی آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور غبار اور کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر برجلال گھوس رائے بہادر ڈاکٹر ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

۴۔ میں اس سرمہ کی بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو کہ سردار میا سنگھ اہلووالیہ نے تیار کیا ہے اپنے زیر علاج کئی اک قسم کے مریضوں پر استعمال کیا میری رائے میں بینائی قائم رکھنے اور آنکھوں کی بیماریوں سے بچنے کے لئے ممیرے کا سرمہ کا استعمال بہت مفید ہے راقم خان بہادر ڈاکٹر سید میر شاہ ایل۔ ایم۔ ایس اسسٹنٹ سرجن و پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

پانچہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے تو اسکو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا جو لاہور کے نیشنل بنک میں اسی مطلب کے لئے ۲ مارچ ۱۹۰۶ء میں جمع کیا گیا ہے۔

مطبع انوار احمدیہ قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر کے اہتمام سے چھپا

جس سے اس خاکی نژاد کا اس چند روزہ دائرہ عالم میں مسافرانہ زندگی بسر کرنا موجب برکات اور منتج حسنات ہو- اس مجموعۃ القویٰ ہستی کی ساری قوتیں اسی مرکز اعتدال پر اپنا کام کریں کہ جس سے انسانی شجرہ کی ساری شاخیں لہلہائیں اور بار آور ہوں - یہ ہے وہ صراط مستقیم اور وہ صراط مستقیم ہے جس پر سب پاک تعلیموں کی جامع کتاب قرآن کریم نے - جناب ہادی پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کافۃ الناس کو ہدایت کرنے کا ارادہ فرمایا اور اسی پاک کتاب نے انسانی جماعتوں کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے پورا پورا واقف کیا اور طبقات انسانی کی اصلاح و تہذیب کا مدار یہی قرار پائی سب مرسلان الٰہی کے منشا کو اسی کامل کتاب مبین نے ہمیشہ تک پورا کر اپنے سر پر کا بار اٹھالیا اور انبیاء گذشتہ کے جمیع کتب اور صحف کی سچائی کا معیار بھی یہی پاک اور روشن کتاب ٹھیرائی گئی - انسانی شجرہ کی ہر ایک شاخ کی پرورش کے قواعد مرتب کئے گئے اور اللہ تعالےٰ کی ذات اور اسکی صفات کا آسمانی پانی اس کی سیراب کرنے کے لئے اس میں جمع کیا گیا - حقوق اللہ اور حقوق العباد احسن طریق سے قائم کر دئے گئے اور میزان عدل پر رکھ کر ان کو وزن کیا گیا اور خدا کے پاک منشا کی زمین پر اشاعت کی گئی - مگر جب ہی کہ ان قواعد کے خلاف دراز دستی زمین پر پھیلی تب ہی آسمان و دنیا کے مالک نے اپنی مرضی کے قیام کی طرف توجہ کی - پس جب کہ اب اس زمانہ میں بھی ان قواعد پاک کے خلاف دراز دستی شروع ہوگئی ہے اور طرح طرح کے مفاسد وقتی انسانی جماعتوں میں مختلف رنگوں میں راہ پاگئے ہیں یہ زمانہ جادۂ سلامتی سے اسی قدر پیچھے ہٹ گیا ہے جس قدر کہ وہ زمینی ترقیات کے اسباب میں بڑھ گیا ہے - اس زمانہ کی نیرنگیوں نے انسانی طبائع پر ایسا غالبانہ اثر کیا ہے کہ خدا کی مرضی اور اس کے پاک مقصد کا اول تو احساس ہی نہیں اور اگر کم و بیش ہے تو بیرونی حرارت خنک سے ایسا متاثر ہے کہ اس میں روحانیت اور سچی پاکیزگی کی حرارت نہیں -

کفارہ و تثلیث اور مسیح کی خدائی۔

خدا کی پاکذات میں جس فساد عظیم نے دخل پایا ہے وہ ایسا ظلم صریح ہے کہ جس کی اشاعت نے انسانی جماعت کو اللہ کی شان عظیم کی وہ قدر کرنے سے جیسا کہ حق قدر کرنے کا ہے بہت دور پھینک دیا ہے - اس شرک یا ظلم عظیم کی ابتدا مسئلہ تثلیث اور کفارہ اور مسیح کا ولد رحمٰن ہونے اور خود خدا ہونے کے اعتقاد سے ہوا ہے - ایک اللہ کا رسول اللہ کی عبودیت کا طریق دنیا پر قائم کرنے کے واسطے بھیجا گیا جیسا کہ پہلے بہت سے اس کی جنس کے رسول اسی غرض کے واسطے بھیجے گئے تھے خدا کی آسمانی بادشاہت کا زمین پر اس نے وعظ کیا اور بندوں کو اسی ایک ذات کی شناخت کرانا چاہا اور اسی کی پاک مرضی کے بجالانے کے واسطے اس آدم کے بیٹے نے اپنے وقت کے منکروں سے کیا کیا ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں آخر کار وہ خاکی نژاد خود خدا تسلیم کیا گیا یہ ظلم صریح بڑھتا بڑھتا یہاں تک آپہونچا کہ اب ۱۹ طاقتیں آسمان کے نیچے اس زمین پر اس اعتقاد کی حمایت میں سرگرمی دکھا رہی ہیں - اور وہ ابن مریم جو ایلی ایلی لما سبقتنی کہتا ہوا اور اپنے خالق و مالک حقیقی کے آگے عجز و نیاز کرتا ہوا اس دار ناپائیدار سے گذر گیا - اس کے ماننے والے نئی روشنی کے دلدادہ قومیں خدا کی طرح اسکو زندہ اور حی و قیوم مان رہی ہیں - اور اپنے نفس پرستی کی دھن میں ایسی محو ہوگئی ہیں کہ اپنے خدا کو صلیب پر - تین دن دوزخ کی سیر کراکر پھر الٰہیا و لیا بے عیب خدا قدوس جانتی ہیں - اس اعتقاد کی اشاعت میں جو سرگرمی اور جوش یہ قومیں دکھاتی ہیں وہ انکی مختلف تدابیر سے عیاں ہے ہر صورت سے جس طرح بن پڑے اس اعتقاد کو اطراف عالم میں پہونچایا جاتا ہے کوئی گوشہ زمین کا ابن آدم کی خدائی کی پکار سے خالی نہیں - کتابوں پر کتابیں اس ظلم عظیم کی تائید میں لکھی گئیں اور لکھی جاتی ہیں - اخباروں کے کاغذی گھوڑے میدان میں بڑی آب و تاب سے دوڑائے جاتے ہیں - جو رونق اور ترقی اس صلیبی مذہب کو اب نظر آتی ہے اور جس قسم کی وسائل اب اختیار کئے گئے ہیں ابتدائی دنوں میں ایسا نہ تھا - اس مذہب نے اپنے زعم میں اب ایک علمی رنگ اختیار کیا ہے اس کے حامی قوموں کے مصنفوں اور فلاسفروں نے انسان کی خدائی کے لئے بہت زور لگایا ہے اور ہر طرح سے کوشش کی ہے کہ ابن مریم کو برائے نام درمیان رکھ کر ایک فرضی اور خیالی بت خدا کا طیار کریں اور اس تصویر کو ایسی آب و تاب سے چمکائیں کہ حقیقی معبود اللہ سچے پروردگار کا خیال دلوں سے دور کر دیویں - باپ کو نجات انسانی کے لئے کمزور معذور بنا کر بیٹے کو ایک مستقل چلا نوجوان مریم کے بیٹے کا

ایک مفید اور کارآمد نتیجہ نجات انسانی کے لئے ثابت کریں - باقی آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ-

حضرت اقدسؑ کی پاک باتیں

(ایک جامع درس)

سلسلہ کیلئے دیکھو الحکم ۱۴ اگست ۱۹۰۸ء

اعجاز کی حاجت کیوں ہوتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبول اسلام کے لئے کسی اعجاز کی ضرورت نہ پڑی اعجاز بینی کے خواہشمند وہ لوگ ہوتے ہیں جنکو تعارف ذاتی نہیں ہوتا۔ لیکن جنکو تعارف ذاتی ہو جاوے اُسے اعجاز کی ضرورت اور خواہش ہوتی ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے معجزہ نہیں مانگا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے خوب واقف تھے اور خوب جانتے تھے کہ وہ راستباز۔ اور امین ہیں۔ جھوٹا اور مفتری نہیں۔ جب کہ کسی انسان پر کبھی افترا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔ پس یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ نشان صرف اسلئے مانگا جاتا ہے کہ اسبابت کے امکان کا اندیشہ گذرتا ہو کہ شاید جھوٹا نبی ہو مگر جب یہ بات اچھی طرح پر معلوم ہو کہ مدعی صادق اور امین ہے پھر نشان بینی کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ نشان دیکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں ایسے لوگ راسخ الایمان نہیں ہو سکتے بلکہ ہر وقت خطرہ کے محل میں رہتے ہیں۔ ایمان بالغیب کے ثمرات ان کو نہیں ملتے کیونکہ ایمان بالغیب کے اندر ایک فعل نیکی کا حسن ظن بھی ہے جس سے وہ جلد باز بے نصیب رہ جاتا ہے جو نشان دیکھنے کے لئے جلدی کرتا اور زور دیتا ہے۔ مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے نزول مائدہ کے لئے زور دیا تو خدا تعالیٰ نے ان کو زجر بھی کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم تو مائدہ نازل کریں گے لیکن بعد نزول مائدہ جو انکار کرے گا اُس پر سخت عذاب نازل ہوگا۔ قرآن شریف میں اس قصہ کے ذکر سے یہ فائدہ ہے کہ تا بتلایا جاوے کہ بہترین ایمان کونسا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانات یوں تو اجلی بدیہیات سے ہوتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ایک طرف اتمام حجت منظور ہوتا ہے اور دوسری طرف ابتلا کے امتحان اس لئے بعض امور فیصلہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے ساتھ ایک ابتلا رکھتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ نشان مانگنے والے لوگ مستعجل اور حسن ظن سے حصہ نہ رکھنے والے ہوتے ہیں اور انکی طبیعت میں ایک احتمال اور شک پیدا کرنیکا مادہ ہوتا ہے تب ہی تو وہ نشان مانگتے ہیں۔ اس لئے جب نشان دیکھتے ہیں تو پھر پہلو طور پر اس کی تاویلیں کرنی شروع کر دیتے ہیں اور اسکو کبھی سحر کہتے ہیں کچھ نام رکھتے ہیں۔ غرض وہ وہم پیدا کرنے والی طبیعت ان کو امر حق سے دور لے جاتی ہے۔ اس لئے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم وہ ایمان پیدا کرو جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کا ایمان تھا رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ اس میں حسن ظن اور صبر ہے اور وہ بہت سے برکات اور ثمرات کا منبع ہے۔ اور نشان دیکھکر ماننا اور ایمان لانا اپنے ایمان کو مشروط بنانا ہے یہ کمزور ہوتا ہے اور عموماً بار ور نہیں ہوتا۔ ہاں جب انسان حسن ظن کے ساتھ ایمان لاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے مومن کو وہ نشان دکھاتا ہے جو اس کے ازدیاد ایمان کا موجب اور انشراح صدر کا باعث ہوتے ہیں خود اسکو نشان اور آیات اللہ بنا دیتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اقتراحی نشان کسی نبی نے نہیں دکھلائے۔ مومن صادق کو چاہیئے کہ کبھی اپنے ایمان کو نشان بینی پر مبنی نہ کرے۔

مال اور دولت دین کا خادم ہو تو متقی کی ایک صفت ہے

میں پھر اصل بات کیطرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ دولتمند اور متمول لوگ دین کی خدمت اچھی طرح کر سکتے ہیں اسی لئے حق تعالیٰ نے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ متقیوں کی صفت کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ یہاں مال کی کوئی خصوصیت نہیں ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیا ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے مقصود اس سے یہ ہے کہ انسان اپنے بنی نوع کا ہمدرد اور معاون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا انحصار دو ہی باتوں پر ہے تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ پس وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں شفقت علیٰ خلق اللہ کی تعلیم ہے دینی ضرورت کے لئے متمول لوگوں کو بڑے بڑے موقع ملجاتے ہیں ایک دفعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ کی ضرورت بتلائی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کا کل اثاث البیت لیکر حاضر ہو گئے آپ نے پوچھا ابوبکر! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب میں کہا کہ اللہ اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف لائے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا

عمر! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب دیا کہ نصف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر کے قولوں میں جو فرق ہے وہی ان کے مراتب میں فرق ہے۔

دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی واسطے علم تعبیر الرویا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے جگر نکال کر کسیکو دیا ہے تو اس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقا اور ایمان کے حصول کے لئے فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ تم عزیز ترین چیز خرچ نہ کرو گے کیونکہ مخلوق الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوق الٰہی کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جسکے بدون ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہونچا سکتا ہے دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شے ہے اور اس آیت میں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔

پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کل اثاث البیت لیکر حاضر ہوگئے۔

انبیاء علیہم السلام کو ضرورتیں کیوں لاحق ہوتی ہیں؟

میں یہاں ایک ضروری امر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کو ضرورتیں کیوں لاحق ہوتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ اسبات پر قادر ہے کہ ان کو کوئی ضرورت پیش نہ آوے۔ مگر یہ ضرورتیں اس لئے لاحق ہوتی ہیں تاکہ للّٰہی وقف کے نمونے مثل کے طور قائم ہوں اور ابوبکر رضی کی زندگی کا وقف ثابت ہو اور دنیا میں خدائے مقتدر کی ہستی پر ایمان پیدا ہو اور ایسے للّٰہی وقف کرنیوالے دنیا کے لئے بطور آیات اللہ کے ٹھیریں۔ اور اس مخفی محبت اور لذت پر دنیا کو اطلاع ملے جسکے سامنے مال و دولت جیسی محبوب و مرغوب شے بھی آسانی اور خوشی کے ساتھ قربان ہو سکتی ہے اور پھر مال و دولت کے خرچ کے بعد للّٰہی وقف کو مکمل کرنے کے واسطے وہ قوت اور شجاعت ملے کہ انسان جان جیسی شے کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں دینے میں دریغ نہ کرے

غرض انبیاء علیہم السلام کی ضرورتوں کی اصل غرض دنیا کی جھوٹی محبتوں اور فانی چیزوں سے منہ موڑنے کی تعلیم دینے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر لذیذ ایمان پیدا کرنے اور ابنائے جنس کی بہتری اور خیر خواہی کے لئے ایثار کی قوت پیدا کرنے کے واسطے ہوتا ہے ورنہ یہ پاک گروہ خزائن السموات والارض کے مالک کی نظر میں ہوتا ہے اس کو کسی چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے تو وہ ضرور نہیں تعلیم کو کامل اور انسان کے اخلاق اور ایمان کے رسوخ کے لئے پیش آتی ہیں۔

باقی آئندہ انشاء اللہ

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

انسان کے پاک ارادے ملائکہ میں جلوہ گری کرتے ہیں اور ملائکہ کے پاک ارادے پاک لوگوں میں جلوہ گری کرتے ہیں اس لئے پاک لوگوں کے ارادے ملائکہ کی تحریک ہوتے ہیں۔ پس جو لوگ پاک لوگوں کے فیض صحبت سے حصہ لیتے ہیں وہ ملائکہ کی پاک تحریکوں سے حصہ لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا حکم دیا ہے۔ صادقوں کی صحبت انسان کے دلی زنگ اور باطنی سیاہی کو دور کرنے میں مددگار ہوتی ہے کیونکہ انسان صحبت کے اثروں سے اثر پذیر ہوتا ہے پس صادق کی صحبت تصدق و اخلاص کے رنگ سے اسکو رنگین کرے گی۔

شیطان کی تحریک گندے ارادوں میں جلوہ گری کرتی ہے۔ آگ کا اندرونی حصہ جیسے ظلمت ہے ایسا ہی شیطان کا مظہر بھی باہر سے روشن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام شیطانی کرتوتیں بظاہر خوبصورت اور محظوظ کرنے والی معلوم دیتی ہیں مگر یہ دھوکا ہے اسکے اندر تاریکی کا جن ہے۔

یاد رکھو نور اور ظلمت اللہ تعالیٰ کی دو جداگانہ مخلوق ہیں نور سے ملائکہ اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں اور ان کا ظہور بر وقت ہی طور پر ہوتا ہے۔

میں نے مخالف لوگوں کی کتابوں میں ایک حدیث پڑھی ہے جس نے مجھے بڑے

غور کا موقع دیا اور وہ حدیث
مجھے بڑی ہی دلچسپ معلوم ہوئی
اگرچہ اس کا مضمون یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں
کہ کھجور کا درخت اس بقیہ مٹی
سے بنایا گیا جس سے حضرت آدم
علیہ السلام بنائے گئے تھے
اور اس لئے وہ مسلمان کی پھوپھی
ہے - بڑے غور اور فکر کے
بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ فقرہ
نبوت کے چشمہ سے صرف نکلا
ہے - اور ساتھ ہی مجھے رنج
بھی ہوا - ایک اور حدیث کا
مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک مجلس
میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین سے پوچھا کہ ایک
درخت ہے کہ وہ مومن کی مثال ہے
اور پھر آپ ہی فرمایا کہ وہ کھجور
ہے - اس میں سر کیا تھا ؟
کھجور کے درخت میں چند خصوصیتیں
ہوتی ہیں

(۱) کھجور کا پھل روٹی کا قائمقام ہوتا ہے -
(۲) روٹی کے ساتھ سالن کا بھی کام دیتا ہے -
(۳) پھل کا پھل بھی ہے -
(۴) شربت کا کام بھی دیتا ہے -
(۵) اس کے پتے ہوا کے شدید سے شدید جھوکوں سے بھی نہیں گرتے ہیں -
(۶) پھر پتوں کے پنکھے چٹائیاں بنتی ہیں -
(۷) تنے کی رسیاں بنتی ہیں -
(۸) رسیوں سے تکیے بنتے ہیں
(۹) لکڑی کام آتی ہے -
(۱۰) کھجور کی گٹھلی سے جانوروں کے لئے عمدہ غذا بنتی ہے -
(۱۱) شاخوں کے سرے کے درمیان کی گری مغذی ہوتی ہے -

غرض کھجور ایک ایسا درخت ہے
کہ اس کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں
جو مفید اور نفع رساں نہ ہو - رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھجور
کے درخت کی مثال سے یہ بتلایا
ہے کہ مسلمان کو بڑا ہی نفع رساں
ہونا چاہئے - اور ایسا ثابت
قدم اور مستقل مزاج ہو کہ کوئی
ابتلا اس پر اثر نہ کر سکے - مگر
مجھے یہ دیکھ کر سخت رنج ہوا کہ
آج مسلمانوں کی یہ حالت نہیں
رہی -

خشیتہ املاق کی وجہ سے اولاد کو
قتل کرنا منع ہے - لوگ کہتے ہیں
کہ جان سے مار ڈالنا منع ہے مگر
میرے نزدیک جو لوگ اپنی اولاد
کو علوم دینیہ سے اس لئے محروم
رکھتے ہیں کہ ان کے پاس روپیہ
نہیں ہے وہ بھی قتل اولاد کرتے
ہیں - دنیا کے کام پر اس لئے لگا
دیتے ہیں کہ کما کر ہمیں آرام پہنچاویں
ناعاقبت اندیش اتنا نہیں سمجھتے
کہ علوم دینیہ سے بے خبر رکھ کر
ان کو ابدی جہنم کے لائق بنا دیا
اور ان کی نیکی کی قوتوں کو کچل ڈالا -

دوزخ انسان کے لئے وارم باتھ
ہے یہ انسان کی اصلاح کرتا ہے
جیسے گرم حمام بعض بیماروں کے
علاج اور اصلاح کا موجب ہوتے
ہیں اور ایسا ہی بعض گرم دوائیں
ایسا ہی دوزخ بھی ذریعہ اصلاح ہی
ہے قرآن کریم سے آتشک
کے مریض کا علاج تجویز کیا ہے اور
پھر مجھے اس میں کامیابی ہوئی ہے
ایسے مریض کے لئے میں نے شجر زقوم
دودھ کی کابلی جو کے ساتھ گولیاں
بنوا کر دیں - اور پھر جب پیاس
لگتی تھی تو گرم گرم پانی پلاتا تھا
آخر اس مریض کو بفضلہ تعالیٰ آرام
ہوگیا - اور تصدیق ہوگئی کہ دوزخ
اصلاح ہی کا ذریعہ ہے -

انسان کے نطفہ میں عادات - اخلاق
کمالات کا اصل ہوتا ہے - والدین
کے ایک ایک برس کے خیالات
کا اثر ان کی اولاد پر پڑتا ہے -
جتنی بد اخلاقیاں بچوں میں ہوتی
ہیں - وہ والدین کا اثر ہوتا ہے
پس خود نیک بنو - اخلاق فاضلہ
حاصل کرو - تا تمہاری اولاد نیک
ہو - الولد سر لابیہ میں یہی بھید
ہے - اولاد - والدین کے اخلاق
اعمال عقائد کا آئینہ ہوتی ہے -

رسالہ گورنمنٹ اور جہاد

مسئلہ جہاد کی حقیقت اور ان نا معقول
اعتراضوں کے استیصال کے لئے جو مخالف
مسئلہ جہاد پر کرتے ہیں حضرت اقدس نے حال ہی
ایک پمفلٹ انگریزی اور اردو میں
شائع کیا ہے - ہمکو یہ معلوم کرکے ازحد
خوشی ہوئی ہے کہ گورنمنٹ کے ذمہ دار ممبر
اور صاحب اعلیٰ عہدہ داروں نے
اس رسالہ کی اشاعت پر اظہار مسرت
کیا ہے منجملہ ان کے صاحب کمشنر بہادر قسمت
پشاور ہیں - صاحب موصوف نے اس
رسالہ کو پڑھکر جو قابل قدر رائے اپنی
انگریزی چٹھی کے ذریعہ ظاہر کی ہے ہم اسکو
کسی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ ترجمہ
کرکے چھاپ دیں گے - سردست ہمکو اتنا ہی
کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر گورنمنٹ
اس رسالہ کی اشاعت میں مدد دے تو حضرت
اقدس اپنے خرچ سے اسکی اسقدر کاپیاں
جتنی کہ گورنمنٹ طلب کرے سرحد کے لوگوں
میں شائع کرنے کے مشتاق ہیں اور نہ کسی معاوضہ
یا صلہ کی امید پر بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں
اسکو اپنا مذہبی اور منصبی فرض سمجھتا ہوں
کہ ایسی غلطیوں کی اصلاح کروں -
اور لوگوں میں صلح اور امن کے خیالات
کو پھیلاؤں - ہمارا ارادہ ہے کہ اس
رسالہ پر مفصل ریویو لکھیں -

کم از کم تین مرتبہ اس کو ضرور پڑھو اور اگر ہر روز نہیں تو ہفتہ میں ایک بار ضرور پڑھ لیا کرو

خطبہ الجمعہ

جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ایدہ اللہ نے ۱۰ اگست ۱۹۰۰ء کو پڑھا۔ یہ خطبہ اس قابل ہے کہ اگر ہر روز نہیں تو ہفتہ میں ایک بار ضرور پڑھ لیا جایا کرے کیونکہ اس سے وہ معرفت اور نور ملتا ہے جس کے لئے یہ چودھویں صدی مبارک اور مخصوص کی گئی ہے ہمارے اپنے الفاظ اس خطبہ کی حقیقت اور حقیقت کے بیان کرنے سے قاصر رہ گئے ہیں جب کہ خود حضرت امام ہمام حجۃ اللہ فی الارض جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعریف فرمائی ہے جیساکہ ناظرین کو معلوم ہو جاوے گا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہماری دلی آرزو ہے کہ وہ ایمان بالرسل جس کی حقیقت اس خطبہ کی جان ہے ہم کو اور ہر ایک پڑھنے والوں کو نصیب ہو

آمین

(ایڈیٹر)

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ الی الآیۃ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کر دیں کہتے ہیں کہ بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے اندر اندر ایک راہ بنالیں وہ یقیناً کافر ہیں۔

اللہ جل شانہ کے ماننے کے بعد رسولوں پر ایمان لانے کا مسئلہ درحقیقت ایک نازک مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کے سمجھنے میں بڑی دقتیں اور مشکلات پیش آتی ہیں اگرچہ کہ یہ مسئلہ بھی ایمانیات کی قسم سے ہے اور وہی مشکلات اس کے چاروں طرف محیط ہیں جو مسئلہ الوہیت اور ملائکہ اور کتب پر ایمان لانے کی نسبت ہیں۔ اور علاوہ بریں رسول کا جنس انسان سے ہونا ان مشکلات کی تاریکی کو اور بھی زیادہ ترقی دینے کا موجب ہوا۔ رسول کی جامع تعریف کیا ہے؟ اس کی شناخت کی علامات کیا ہیں؟ پھر اس پر کس درجہ کا ایمان چاہیئے؟ اس کے اقوال و افعال یعنی اس کی سنت کی اتباع میں کس حد تک رنگین ہونا چاہیئے۔ غرض کیونکر اس میں سرتاپا کھوئے جائیں؟ یہ باتیں ہیں جن کا حل کسی زمانہ میں بہت آسانی سے نہیں ہوا اور توقع کے موافق گرد و غبار سے مطلع صاف نہیں ہوا۔ درحقیقت آفتاب صداقت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد عادتاً اس ضروری دو اہم مسئلہ کی راہ میں بیشمار روکیں پیدا ہو گئیں اور زیغ اعوج نے تو کڑی کی طرح اس کے اردگرد جالوں کے انبار تن دئے اور آخر کار رسم اور عادت کی پیروی اور افراط تفریط کے اد

کچھ نہ رہا الا ماشاء اللہ۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں ان امور کی نسبت نہ تو کوئی اضطراب ہے اور نہ حیرت مذموم لاحق ہے۔ زمانہ کے سیکڑوں لمبے چکروں اور صدیوں کے انتظاروں کے بعد خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانہ میں نبوت اور رسالت کے منہاج پر ایک سلسلہ کھڑا کیا ہے جس نے رسالت اور نبوۃ کو بڑی صفائی سے پھر منکشف کر دیا ہے اور رسالت کا چہرہ جو صدیوں کے شکوک و وساوس کے بادلوں میں چھپ گیا تھا اصلی روشنی کے ساتھ پھر جلوہ گر کیا گیا ہے۔ اس مبارک جلّ نے نہ صرف ایک اصل کو بلکہ ساری نبوتوں اللہ رسالتوں کو نئے سرے زندہ کر دیا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور خاص فضل ہم پر ہے کہ ہمیں خیالی اور قیاسی باتوں سے دل بہلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہم میں خاص اسی رنگ اور اسی نمونہ پر ایک فرستادہ ربانی اور مرسل یزدانی موجود ہے۔ اس مبارک انسان کے وجود نے اپنے فعل اور قول اور علامات صدق سے وہ ساری راہیں صاف کر دی ہیں جو مدتوں مسدود رہیں اللہ کسی سہود کا نقش پا ان کھنڈرات پر نہ ملتا تھا۔ اور ہم نے اسی شرح صدر اور ذوق سے۔ انہی دلائل اور حجج سے۔ انہی علامات صدق سے اسے پہچانا جن کے وسیلہ سے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے نور محمدی کو (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات) پہچانا تھا۔ قسم اُس خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ہر وقت اس مصفا آئینہ میں تمام نبیوں اور مرسلوں اور اہل اللہ کا صاف صاف چہرہ دیکھتا ہوں و للہ الحمد۔ الغرض اُس وقت خدا کے فضل سے حضرت مرسل اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل بھاری بوجھ بہت ہلکا ہو گیا ہے اور ہمیں بڑی آسانی سے پتہ مل گیا ہے کہ خدا کے

(رسالت کی حقیقت کا زندہ ثبوت)

نقش قدم پر ہے۔ پس میرے دوستو! جو موجود ہو یا نہ دیکھ ہو سکو کس قدر خوشی کی بات ہے کہ ہمارا ایمان نت نئی شادابی حاصل کرتا ہے تم جانتے ہو کہ اس روز جب **لعمان** کی خبر آئی تھی کہ وہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کی نشانات کا ایک پتہ ملتا ہے تو ہمارے سید و مولی **امام** کو کسقدر خوشی ہوئی تھی جنہے اس خوشی کو محفوظ رکھا ہو یہ خوشی صرف دین کی کامیابی کی۔ اور نکلنے کی وجہ سے تھی۔ اس خوشی کا باعث صرف یہ تھا کہ اسلام کی زندگی یا ہادی امام علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی!! اور قرآن کریم کی حیات کی ایک ممتاز راہ پیدا۔ کہو کہ اس قسم کی عزت اور دینی حمایت ماموریت کے سوا ہو نہیں سکتی!!!

پس میرے دوستو!

تم جان ہو سنو کہ خدا نے ہمکو موقع دیا ہے کہ ہم اپنے ایمان کو تازہ کریں اور ایک بصیرت اور معرفت حاصل کریں۔

مگر یہ امر بھی ساتھ ہی ہے کہ وہ جنکے دل بیمار اور جنکی روح مردہ ہے وہ ایمان کی لذت اور یقین کی حلاوت کی حس کو کھو بیٹھے ہیں اس لئے نشان پر نشان دیکھتے ہیں مگر مردہ کیطرح بےحس و حرکت پڑے ہیں۔ دیکھو! **کسوف خسوف** نے کسکو خوشی دی؟ ہمکو! لیکھرام اور آتھم نے کسکو خوش کیا؟ ہمکو!! لیکن جو بدظنیوں کے گڑھے میں گرے ہیں انھوں نے اور بھی بغض و عداوت میں ترقی کی۔ کاش! وہ دیکھتے اور ذرا دانش سے کام لیتے کہ ہرسال انپر کیسی شرمندگی کی بلا آتی ہے۔ ہرسال ہمارے دشمن ہماری قطعی ہلاکت کا حکم لگاتے ہیں مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے سے زیادہ قوت اور زور کے ساتھ ہم بڑھتے ہیں تو ندامت سے ڈوب نہیں مرتے

سب کو خوب یاد ہے کہ جب ہمارے امام دہلی میں تھے میرے مخدوم مولوی نورالدین صاحب نے آنے کا ارادہ کیا عبدالواحد غزنوی نے کہا کہ مت جاؤ مرزا دہلی میں ہی یا دہلی سے نکل کر ہلاک ہو جاویگا

مگر **کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم** کیا حی و قیوم خدا کا امام اب تک زندہ۔ کیا ان لوگوں کے لئے ڈوب مرنے کی جگہ نہیں؟

ہنری کلارک کے مقدمہ میں دشمن کہتے تھے کہ خاتمہ ہو گیا؟ کیا نجات کے بعد ان کے لئے منہ چھپانیکا مقام تھا؟

ابھی پچھلے مقدمہ میں سنت اللہ سے ناواقف۔ خدا کی باتوں سے ناآشنا الہام کے مدعی کہہ اٹھے تھے کہ اب اس مقدمہ کے بعد اس سلسلہ کا خاتمہ ہے؟ کیا دن دونی رات چوگنی ترقی نے ان کو ابھی سوچنے اور غور کرنے کی طرف توجہ نہ دلائی؟ آہ! وہ کیوں نہیں سوچتے!! اور کیوں نہیں سوچتے!!! حق تو یہ تھا کہ اب خدا کے اس مامور پر ایمان لے آتے اور اس ایمانی لذت اور معرفت یقین کی حلاوت سے بہرہ اندوز ہوتے جو مومن کے لئے مخصوص ہے

میں اس سلسلہ کو کہاں تک لمبا کروں یہ ناعاقبت اندیش ہرسال میں دو دفعہ یا ایک دفعہ بربادی کا حکم لگاتے ہیں مگر ان کی باتیں ان کے ہی منہ پر ماری جاتی ہیں اور یہ خدا کا مرد بڑھتا ہے اور پہلے سے زیادہ قوت و استحکام کے ساتھ قدم اٹھاتا ہے **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**۔

ان ناعاقبت اندیشوں نے جب ہر طرف سے ذلت ہی ذلت دیکھی تو اب مشہور کیا ہے کہ ولایت ختم ہو گئی مگر عنقریب **تریاق القلوب** ان کو بتلا دے گا کہ وہ کیا کرتا ہے۔

الغرض دوستو! آج ان آیات کی عظمت اور سچائی دنیا میں صرف یہی سلسلہ عملی طور پر دکھا رہا ہے پس اس کی قدر کرو۔ اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اللہ تعالے مجھکو اور میرے حاضر و غائب دوستوں کو سچی قدر کی توفیق دے اور ہماری زندگی موت اور حشر اسی سلسلہ میں ہو **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم امین**

لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ

مندرجہ بالا الفاظ جو اسلام کے پہلی اصل کے نام سے موسوم ہیں اپنے اندر جو کمالات رکھتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ کسی قدر مختصر طور پر انھیں بیان کریں۔

اس کلمہ کے دو جزو ہیں۔ پہلا جزو **لا الہ الا اللہ** ہے جس کے معنے ہیں کہ کوئی بھی (خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو) بجز اللہ تعالے کے محبوب مطلوب معبود اور مطاع نہیں۔

محبت کا منبع اور اصل دو چیزیں ہیں۔ اول محبوب کا کمال حسن میں یکتا اور فرد ہونا دوم اس کے احسانات اور انواع و اقسام کی مروتوں کا بے انتہا ہونا۔ پس اللہ تعالے کے حسن اور احسان کے مقابل میں کیا چیز ہو سکتی ہے۔ جب کہ ہر ایک چیز اس کی مخلوق اور پھر ہر چیز انسان کی خادم اور بے منت و مزدوری اسکے کام میں لگی ہوئی ہے اور ہر ایک اپنی زبان حال سے **یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض** کے مصداق ہے

لہذا کوئی محبوب۔ اگر ہو سکتا ہو تو وہی جسکو **اللہ** کہتے ہیں۔ اور **اللہ** لغت عرب کی رو سے اسکو کہتے ہیں جو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام نقایص اور عیوب سے منزہ اور مبرا ہو یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالے کو قرآن شریف میں ہر جگہ موصوف کیا ہے

غرض **اسلام** نے بتلایا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی محبوب ہو سکتا ہے تو وہ **اللہ** ہے۔ محبوب مطلوب ہی ہوتا ہے اور لذت محبت کا تقاضا ہی عبادت ہے جوں جوں انسان پر خدا تعالے کے حسن و احسان کے نظارے کھلتے جائیں گے اور ظلمانی حجب اور درمیانی پردے اٹھتے جائیں گے وہ اپنی عبودیت کے اقرار میں ترقی کرتا جائے گا اور اس کی رضا جوئی کے لئے مشتاق وار دوڑے گا۔

پرستش کے بھی تین درجے ہوتے ہین یا ازروئے خوف کے ہو یا پرستش ازروئے طمع کے یا پرستش ازروئے محبت کے۔ ان تین مراتب کے علاوہ ایک اور درجہ بھی پرستش کا ہے جو ازروئے تشکر کے ہو اکرتی ہے اور حقیقت مین شکر اُس حمد کا نام ہے جو منعم کے عطاے انعام پر کی جاتی ہے اور یہ پرستش ہر سہ اقسام متذکرہ بالا پر مشتمل ہے۔ اب معلوم ہوا کہ تحقق کامل مضمون لا الٰہ الا اللہ کا یہ ہے کہ صرف اُسی سے ڈرے اور اُسی سی اُمید رکھے اور اُسی ایک سی پیار کرے ڈر انسان کو اُس سے پیدا ہوسکتا ہے جو انسان کی اپنی مجموعی طاقتون سے بالاتر اور قوی تر ہو۔ پس اللہ تعالی سے بڑھکر جو القہار ہے کون قوی ہوسکتا ہے قوی اُس کی صفت القہار اُسکی صفت غالب اُسکی صفت ذوانتقام اُسکی صفت وہ پھر کوئی قوت کوئی طاقت زمین آسمان مین کونسی ہوسکتی ہے جس سے انسان ڈرے؟ صرف اُسی سے اور ہان اُسی سے جو اللہ ہے طمع اور اُمید اُس سے پیدا ہوسکتی ہے جو افلاک وخزائن کا مالک ہو۔ اور باین ہمہ احسان اور عام ربوبیت اُس کی شان ہو۔ اب غور کرو کہ اللہ تعالی سے بڑھکر کون خزائن و املاک کا مالک ہوسکتا ہے وہ جسکو چاہے بادشاہ کرے اور جسے چاہے ذلیل کرے وہی ہے جو خزائن کا مالک ہو اور پھر وہی ہے جو رب العالمین ہے رحمٰن ہے رحیم ہے بدون کسی عمل کے ہماری پرورش کررہا ہی اور بے انتہا اجرام ارضی و سماوی کو ہماری کام مین لگا رکھا ہے پس اُس سے بڑھکر جائے اُمید کون؟

محبت کے لئے ہم حسن اور احسان اصل بتلا چکے اور یہ اکمل طور پر اللہ تعالے مین پائے جاتے ہین بلکہ ایسے طور پر کہ کل دنیا کی مخلوق بھی ابدًا ابدًا اُس کے احسانات وحسن کا ایک شمہ بھی بیان نہین کرسکتے۔

غرض توحید کے ان مدارج کو حاصل کرنا لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم اور مقصود ہے۔ مگر اس توحید تک پہنچنا انسان کے اپنے ہاتھہ مین نہین ہی بلکہ اللہ تعالے ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ پس اللہ تعالے نے جیسا کہ اُسکی رحمت کا دسترخوان وسیع اور عام ہے اپنے اس فضل کو بھی مخصوص نہین کیا عام کیا جو چاہے اُس سے بہرہ حاصل کرے۔ ہان جیسا کہ اُسکا قانون اور سنت ہے کہ ہر ایک حاجت کے پورا کرنے کے لئے ایک ایک وسیلہ اور اسباب رکھدیا ہے جیسے کانون کی شنوائی کے لئے ہوا کا وجود ہی بینائی کے لئے سورج کی روشنی۔ اسی طرح پر اُس فضل کے حقدارون کے لئے ایک ذریعہ رکھا ہے جو قرآن شریف کے نام سے موسوم ہے۔ اسجگہ اُن لوگون کے وہم کا بھی ازالہ ہوتا ہے جو یہ کہتے ہین کہ جب مدار نجات توحید پر ہے تو پھر مسلمان کی کیا خصوصیت ہی جبکہ جو شخص توحید اختیار کریگا وہ نجات پالے گا۔ یہ ایک دھوکا ہی جو غور نہ کرنے والی کجرو طبیعتون کو پیدا ہوا ہے اُن کو خیال کرنا چاہئے کہ بیشک مدار نجات توحید پر ہے لیکن توحید کا حاصل کرنا اور صدہا وساوس اور ظنون غلط کر توحید سے اپنے دل کو پاک کرنا یہ ایک ایسا امر ہے جو ایک کامل قانون اور مصفا اور اتم ہدایت کے بدون ممکن نہین ہے جو قرآن شریف ہے کیونکہ اکمل واتم ہدایت ہونے کا اُسکا دعوی ہے اور نہ صرف دعوے بلکہ ایک ثابت شدہ صداقت ہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا مین بجز اہل اسلام کے اور کوئی فرقہ توحید خالص پر قائم نہین اور ذات باری کے ساتھہ مختلف شریک اُن کو تجویز کرنے پڑے۔ پس توحید کامل جس پر مدار نجات ہی وہ صرف قرآن شریف لایا ہی اور دوسرے لوگون کی توحید دراصل توحید ہی نہین۔ بلکہ وہ شرک کی ملونی اپنے اندر رکھتی ہی پس قرآن شریف پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ تاکہ وہ کامل تیقن جو توحید کا مفہوم ہے حاصل ہو۔ اور یہ اُسیکو دیا جاتا ہے جو کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ اور یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ توحید کامل محبت الٰہیہ کے لئے لازمی ہے۔ اور یہ امر خدا تعالےٰ نے خود فیصل کردیا ہے کہ محبت الٰہیہ کا حصول بدون محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو نہین ہوسکتا جیسے کہ خدا نے فرمایا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ پس

کلمہ شریف کے دوسرے جزو پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ یہ ہے مختصر سی حقیقت کلمہ طیبہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کی

ستارہ قیصرہ

متذکرہ بالا نام کا ایک مختصر رسالہ ابھی چھپکر طیار ہوا ہے جسمین حضرت ملکہ معظمہ دام اقبالہا کی برکات کا ذکر ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ جناب ملکہ ممدوحہ کے عہد عدالت مہد مین اور اُن کے نہایت روشن ستارہ کی تاثیر سے انواع اقسام کی زمینی اور آسمانی برکتین ظہور مین آئین ہین۔ الغرض یہ ایک دلچسپ اور لطیف رسالہ ہے اسکی صرف (۳۰۰) کاپیان طبع ہوئی ہین قیمت ۲ر ہے مہتمم مطبع ضیاء الاسلام قادیان کے نام درخواست کرنے پر مل سکتا ہی۔

قبول اسلام

اخبار عام مظہر ہے کہ مراد آباد کی مشہور منشی امداد حسین مرادآبادی کے منیرہ بیگم تی سپاہی پیر لال شاہ این و ایس پلیڈر نے بہی مین اسلام قبول کیا۔ منشی امداد حسین کو جسقدر اسلام کی ساتھہ محبت تھی وہ اظہر من الشمس ہے مگر کرشمہ قدرت تو دیکھو کہ انکی بیگم اسلام کی صداقت پر مہر لگانیوالا پیدا ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک

کے بعد بڑے آرام پاؤ گے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ انجیل کے پیرو سے پھر گئے جب اُنھوں نے دیکھا کہ اس کے دل خوش کن وعدوں پر عزت کی جگہ ذلت اور ادبار پڑا۔ یہ بڑی آسان اور ظلم کی بات ہے کہ صریح نامرادیوں کے بعد یہ عذر تراش لیا جائے کہ اس ناکام انسان کی بادشاہت آسمان کی بادشاہت تھی۔ کس شان پر اُسے خدا مانا جاتا ہے؟ کون سے عملی نمونے اُس سے سرزد ہوئے جو عام انسانوں سے بڑھ کر تھے۔ یا اتقا اپنا توریت کی برابر تھے مجرد دعوی محض فضول ہیں۔ الفاظ سے خدائی نکالنا اگر ہوں بھی بے ثبوت بات ہے کہ ہزاروں صوفی درویش اور وحدۃ وجود نے خدا کہلائے اور کہلاتے ہیں۔ ایک نصرانی اُن کی عملی تکذیب کس دلیل سے کر سکتا ہے۔ آج تک یہودیوں کے مقابل کوئی مضبوط دلیل اور عملی دلیل یسوع کی صداقت پر نصرانیوں سے بن نہیں پڑی۔ انصاف کرو ایک شخص جس کا سارا بدن نامرادی اور ناکامی کے گہرے زخموں سے چھلنی ہو گیا ہے اور آخری پیالہ بھی ناکامی کا پی کر دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ کونسا تسلی بخش نمونہ مضطرب اور اعمال بین اور اعمال سے نتائج کو دیکھنے والی طبیعتوں کے لئے چھوڑ گیا ہے کہ طبیعتیں خود بخود اُس کے اتباع کی طرف کھنچی چلی جائیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ عملی نتائج کے دکھانے کے لحاظ سے یسوع میں اور عام پتھر اور مٹی کے بتوں میں کوئی فرق نہیں جسکو چاہو پوچھ لو آخر اُس دوسرے جہان میں حسرت اور ناکامی ہوگی اس لئے کہ ضرور ہے کہ وہ دوسری زندگی بھی یسوع کی اس زندگی کا ہی ظل ہو۔ ای یسوع کی پرستار قوم موت کو سامنے

رکھکر سوچ اور اس پاک سبق میں غور کر جو میں تجھے دیتا ہوں۔ الغرض ایک ہی انسان کامل ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنکے مُنہ کی پاک باتیں اس زندگی میں آپ کے دوستوں اور دشمنوں کے حق میں پوری ہو کر اُس دوسرے عالم کے لئے بطور توعید اور تمہید کے بنگئیں۔ اس راز کے سمجھانے کے لئے قرآن حکیم نے تمام وعدو وعید ملا کر بیان کئے۔ آپ کے دشمن آپ کے دیکھتے دیکھتے بموجب اُن دعووں اور تحدیوں کے جو قبل از وقت کی گئیں تھیں ہلاک ہو گئے اور ان ہی وعدوں کے بموجب آپ کے پیرو اسی عالم میں پورے کامیاب ہو گئے یہاں کی **نار** میں آپ کے دشمن جلے اور آخرۃ کی **نار** کا ثبوت ٹھہر گئے اور آپ کے دوست یہاں کی **جنات** اور ممالک کے مالک ہو کر آخرۃ کی **جنات** کے وعدوں کے صدق کے نمونے ثابت ہو گئے **ایک ہی انسان ہے** جسنے اپنی زندگی میں **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** کی آواز سن لی اور **يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا** کا نظارہ دیکھ لیا اور حجۃ الوداع میں لاکھ سے زیادہ آدمیوں کو آخری تبلیغ فرما کر اور اُن سے اپنی تبلیغ کی گواہی لے کر کس کامیابی کے ساتھ یہاں سے نیچے اترا۔ **اللّٰهم صل علی محمد وعلی آل محمد**۔ آپ کو ابتدا ہی میں یہ دعا سکھائی گئی تھی **اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم**۔ تاریخ اور واقعات عالم گواہ ہیں کہ کامیابیوں کی کیسی صراط مستقیم آپ کو ملی اور وہ ساری کامیابیاں اکمل صورت میں آپ کو عطا ہوئیں

جو آپ سے پہلے **منعم علیہم** کو ہوئی تھیں۔ دعا اسکو کہتے ہیں اور دعا کے قبول ہونے کا یہ ثبوت ہے۔ اس دعا میں شروع ہی میں یہ پیشگوئی اور جلالی پیشگوئی تھی کہ داعی اگلے راستبازوں کیطرح انعامات الٰہی اور کامیابیوں کا مورد ہو گا اور اس کے اعدا جو اس کی مخالفت میں سیدھی راہ سے بہکے ہوئے ہیں خدا کے غضب کے نیچے آئیں گے۔ سوچو کس ضعف کے وقت سے یہ دعا شروع ہوئی اور کیونکر اس کے الفاظ کا مفہوم حرفاً حرفاً پورا ہوا اس کا نمونہ انجیل اور ویدوں کی دعاؤں سے کوئی نکال کر تو بتائے۔ انجیل میں کیسے خوفناک پیرایہ میں دکھایا گیا ہے کہ حضرت یسوع ساری رات دعا مانگتے رہے اور ناک رگڑ رگڑ کر چلاتے رہے کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھسے ٹل جائے پر نہ ٹلا۔ عیسائیوں کے قول اور اعتقاد کے موافق یہ پہلی دعا ہے جو ایک برگزیدہ کے مُنہ سے نکلی اور نامراد رہی۔ اسکی ہزار تاویلیں یہ لوگ کریں۔ مگر اسبات کے تسلیم کرنے سے تو چارہ نہیں کہ رد کا داغ تو ضرور اسکی پیشانی پر لگا ہوا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالے کی خوفناک معصیتوں کو جائز سمجھنے کے باعث اس قوم کے دل اور دماغ کی ترکیب ہی کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ الٰہیات کی پاک اور نازک باتوں سے ان لوگوں کو مناسبت ہی نہیں۔ ان کو **کفارہ** بنانے کے منصوبہ نے اس طرف دھیان کرنے ہی نہیں دیا کہ یہ وہ داغ جو یسوع کے ماتھے پر لگاتے ہیں کہ وہ لعنتی ہوا اور اسکی دعا مردود ہوئی ان کا کس قدر بد مفہوم اور افسوسناک انجام ہو گا۔ کاش اب بھی کوئی سمجھے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے **اتباع و تحکیم** کی خوبی ثابت کرنے کے لئے اس عجیب دعا کے ساتھ یہ عملی دلائل لگا دئے ہیں۔